پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی

آخری قسط

امارتِ اسلامیہ افغانستان ....مشاہدات و تأثرات

غزنی سے صبح سوا چھے بجے روانہ ہوئے اور نمازِ مغرب قندھار شہر میں داخل ہو کر ادا کی غزنی سے قندھار تک کی سڑک تباہ حال ہے۔ البتہ سڑک کے قریب رہنے والوں نے اپنی مدد آپ کے تحت اس پر مٹی ڈال کر گزشتہ سال کے مقابلے میں اسے قدرے ہموار کر دیا ہے جس کی وجہ سے گزشتہ سال تقریباً بیس گھنٹوں میں طے ہونے والا فاصلہ اس سال تیرہ گھنٹوں میں سمٹ گیا۔

نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مقامِ ولایت (گورنر آفس) میں آ گئے۔ کھانا کھایا، نماز عشاء ادا کی اور سو گئے۔ گزشتہ سال قیام والئ قندھار کی کوٹھی (گورنر ہاؤس) میں رہا۔ وہاں روزانہ نمازِ صبح کے بعد قرآن محل ملتان کے مدرس کا درسِ قرآن مجید ہوتا رہا اور اس کے بعد جامعہ تعلیم و تزکیہ ملتان کے حفظ و تجوید کے معلم قاری عبدالرحمن قاسمی صاحب نماز کے کلمات کی ادائیگی درست کرانے کے لئے نماز کہلاتے رہے۔ اس بار تعارض (حملے) کے سلسلہ میں امیرالمومنین نے مشاورت طلب کر رکھی تھی اور اس سلسلے میں آئے ہوئے علماء اور جہادی ماہرین یہاں ٹھہرے ہوئے تھے، اس لئے جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے قیام کا انتظام مقامِ ولایت میں کیا گیا جو ایوانِ امارت (یعنی امیرالمومنین کے دفتر) کے پہلو میں ہے اور اس کے بالکل سامنے احمد شاہ ابدالی کا مزار اور جامع مسجد خرقہ شریف ہے۔

قندھار کا مختصر تعارف:

افغانستان میں چھوٹے بڑے بتیس صوبے ہیں، یہاں صوبے کو ولایت اور گورنر کو والی کہتے ہیں، اس وقت تقریباً انتیس ولایتیں طالبان کے پاس ہیں اور بحیثیت مجموعی زیادہ سے زیادہ ولایتوں پر مشتمل علاقہ شمالی اتحاد کے قبضے میں ہے جو افغانستان کے مجموعی رقبے کا زیادہ سے زیادہ دس فی صد بنتا ہے بڑی ولایتوں میں سے جنوبی افغانستان کی ایک ولایت قندھار ہے جس کی سرحدیں پاکستان کے صوبہ بلوچستان سے ملتی ہیں اس طرف پاکستان کا سرحدی شہر چمن اور افغانستان کا سرحدی شہر سپین بولدک ہے، قندھار کی ولایت ہلمند، ترنک، ارغنداب اور ارغسان دریاؤں کی زرخیز وادیوں پر مشتمل ہے، شہر قندھار جس کی وجہ سے صوبے کا نام قندھار ہے دریا ارغنداب کے کنارے پر واقع ایک قدیم تاریخی شہر اور ولایت کا دارالحکومت ہے، احمد شاہ ابدالی کے دور میں پورے افغانستان کا دارالحکومت رہا ہے مگر اس وقت مملکت افغانستان کا دارالحکومت کابُل ہے اور یہ بظاہر افغانستان کا دوسرا بڑا مرکزی شہر ہے مگر امیرالمومنین کے یہاں مستقل قیام کی وجہ سے اسے اولین مرکزیت حاصل ہے اور عملاً امارتِ اسلامیہ کا دارالخلافہ ہے۔

دریا ارغنداب نہ تو پہاڑی نالے کی طرح تیز رفتار ہے اور نہ ہمارے میدانی دریاؤں کی طرح گہرا ہے، یہاں کے لوگوں کے لئے تفریحی مقام کی حیثیت رکھتا ہے لوگ یہاں بکثرت آتے ہیں اور پکنک مناتے ہیں۔ گزشتہ سال ہم بھی برمی مجاہد دوستوں یعنی مولانا عبدالقدوس صاحب، مولانا جنید اللہ اختر صاحب اور ان دیگر ساتھیوں کے ساتھ

یہاں آئے کچھ دیر پانی سے کھیلتے رہے اور کچھ دوست غسل فرماتے رہے۔ واپس چلنے لگے تو ویگن پایاب پانی میں چھوٹے چھوٹے پتھروں میں پھنس گئی اسے نکالنے کے لئے زیر آب سنگریزوں پر ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے دھکا دینے سے تفریح کا لُطف ہی دوبالا ہو گیا۔

قندھار ایک صنعتی شہر ہے روسی تشدد اور درندگی سے پہلے بھی کپڑوں کی صنعت کے لئے مشہور تھا۔ غزنی سے آتے ہوئے شہر سے باہر اس کا باقاعدہ صنعتی علاقہ ہے جس کی ویرانی عظمت رفتہ کی عکاسی کر رہی ہے، اہلِ بصارت کو زبانِ حال سے حربی تباہیوں اور بربادیوں کی داستان سنا رہی ہے۔ اہلِ بصیرت کو قیامت کی ہولنا کیوں کا تصور دلا رہی ہے اہلِ فکر کو دنیا کے انجام فنا کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ یہاں کمبل بنانے کا بہت بڑا کارخانہ ہے جس میں بیک وقت ہزاروں آدمی کام کرتے تھے اب اس کا کچھ حصہ بحال ہو چکا ہے اور باقی یونٹ بحال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، شہر سے کچھ فاصلے پر "کچلہ جدید" کے نام سے ایک جگہ ہے جس میں اسٹیل مل ہے اور یہاں روسیوں نے اپنی استعماری ضروریات اور اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے اسلحہ مرمت کی ایک بہت بڑی فیکٹری بنائی جس میں جدید ترین بڑے بڑے ٹینکوں کی مرمت کے آلات و وسائل موجود ہیں جو اس وقت طالبان کی تحویل میں ہے، شہر میں بجلی کا نظام بحال ہو چکا ہے بلکہ اس کی فراوانی ہے، شہر اور اس کے گرد و نواح کو بجلی بلمند وادی میں واقع "کجکی ڈیم" سے فراہم کی جا رہی ہے۔

قندھار خوبصورت شہر ہے پرانی عمارات کی تعمیر و مرمت کا کام جاری ہے یہاں کا نظامی یعنی فوجی ہسپتال جو جنگی تباہ کاریوں کی نذر ہو گیا تھا کراچی کی مشہور و معروف بزرگ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بیک واسطہ خلیفہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی توجہ اور محنت سے "مستشفیٰ عمر" کے نام سے فعال ہو چکا ہے، پرانی مسجدیں کافی ہیں مگر گزشتہ دور میں نئی مساجد تعمیر نہ ہونے اور پرانی مساجدوں کے متاثر ہونے کی وجہ سے نئی مساجد کی شدید ضرورت ہے لہٰذا دینی ضروریات کے پیش نظر ترجیحی بنیاد پر مساجد اور مدارس کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے سابقہ دور کے ایک اسکول کی وسیع و عریض عمارت میں امیر المومنین جہادی مدرسہ قائم کیا گیا ہے جس کے مہتمم مولانا مفتی رحمت اللہ صاحب ہیں جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہیں۔ صاحبِ نظر ہیں خوش اخلاق اور بلند حوصلہ ہیں گفتگو مختصر اور جامع فرماتے ہیں اعتراضات و سوالات اطمینان سے سنتے ہیں۔

سڑکیں کشادہ اور بازار فراخ ہیں، چوک پر رونق ہیں مگر دکانیں سرِ شام بند ہو جاتی ہیں۔ شہر کا ایک اہم چوک یادگار شہدا کے نام سے مشہور ہے۔ انیسویں صدی میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں شہید ہونے والوں کی یادگار ہے اس چوک کے قریب ایک بہت بڑا سینما ہال تھا جسے گرا کر جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے فرزند مولانا محمد مظہر صاحب کی نگرانی میں جامعہ عمر کے نام سے ایک دینی تعلیمی ادارہ تعمیر ہو رہا ہے جس میں کئی ہزار طلبہ کی تعلیم کا انتظام ہو گا اور اس کی مسجد میں بیک وقت پانچ ہزار افراد نماز ادا کر سکیں گے جامعہ کی کفالت کے لئے چندہ کی بجائے ارد گرد سینکڑوں دکانوں کی تعمیر کی صورت اختیار کی جا رہی ہے، شہر سے باہر کچھ فاصلے پر ایک وسیع و عریض عید گاہ تعمیر ہو رہی ہے جو چار لاکھ مربع میٹر پر مشتمل ہے اس میں ایک وقت میں دس لاکھ سے زیادہ افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اس کا احاطہ مکمل ہو چکا ہے ہر طرف کی دیوار میں بڑے بڑے متعدد گیٹ بنائے گئے ہیں اور اس کے اندر قبلہ رخ علماء اور اکابر کے لئے ایک وسیع اور خوبصورت گنبد کی شکل کی عمارت بن رہی ہے اس میں

نمازِ عید کی ادائیگی شروع ہو چکی ہے امیر المومنین اسی عید گاہ میں نماز عید ادا کرتے ہیں۔

قندھار کا موسم کوئٹہ کی طرح ہے صنعتی شہر ہونے کے علاوہ زرعی اور ثمری شہر بھی ہے باغات کی کثرت ہے اور یہاں کا انار خوب مشہور ہے احمد شاہ ابدالی کے حوالے سے یہ کہاوت بیان کی جاتی ہے کہ جب وہ مرہٹوں کو شکست فاش دے کر قندھار واپس جانے لگا تو اسے دہلی کی مرغوبات کے ذریعے یہاں قیام کی ترغیب دی گئی تو اس نے جواباً صرف اتنا کہا "ایں جا انارِ قندھار کجاست" کہ اس جگہ قندھار کا انار کہاں ہے!

قندھار اور اسلامی جہاد:

صنعت و حرفت اور تعلیم و تعمیر کی ترقی اور جدتوں کے باوجود بے دینی کے دور میں بھی یہ شہر کابل کی سی عریانی اور فحاشی سے محفوظ رہا، یہاں اسلامی اور افغانی روایات مستحکم رہیں، رہن سہن اور تہذیب و تمدن میں سادگی کا عنصر غالب نظر آتا ہے کابل کا دینی ماحول ارادی قوت اور شعوری کوشش کا نتیجہ محسوس ہوتا ہے جبکہ یہاں کا دینی ماحول فطری دکھائی دیتا ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں احمد شاہ ابدالی کی قیادت میں یہاں کے مجاہدین نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکستِ فاش دی جہاں ان کی کثیر تعداد مقتول ہوئی وہاں مجاہدین ہی سے بھی دس ہزار افراد شہادت سے سرفراز ہوئے، انیسویں صدی عیسوی میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کا قافلۂ جہاد برعظیم پاک و ہند سے کوئٹہ کے راستے قندھار میں داخل ہوا تو نہ صرف عوام نے اس قافلے کا پرجوش استقبال کیا بلکہ حاکم شہر نے بھی محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے یہاں چار دن قیام فرمایا ہزاروں افراد جہاد کیلئے تیار ہو گئے اس صورت حال نے حاکم وقت کو "اندیشہ ہائے دور و دراز" میں مبتلا کر دیا نتیجتاً نہ صرف آپ کو ساتھیوں سمیت شہر چھوڑنا پڑا بلکہ آپ کے ساتھ جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ رکھنے والوں کو بھی جبراً روک دیا گیا پھر بھی کسی نہ کسی طرح چار سو علماء، طلبہ اور بزرگانِ دین راستے میں آپ سے آ ملے مگر سید احمد شہید نے ان میں سے دو سو ستر افراد کا انتخاب کیا اور باقیوں کو واپس بھیج دیا، مجاہدین میں قندھاری یونٹ قائم کر کے اس کا امیر پہلے سید دین محمد قندھاری کو اور پھر ملا لعل محمد قندھاری کو مقرر کیا، بالاکوٹ (پاکستان) کے مقام پر امارتِ اسلامیہ کے قیام کے لئے بہنے والے خون میں ان قندھاری شہدا کا خون بھی شامل ہے۔

روس کے خلاف جہاد میں قندھار کے علماء، طلباء اور عوام نے قتال، ہجرت اور نصرت ہر لحاظ سے بھرپور قربانی دی، جب قائدین جہاد کا اخلاص، اقتدار طلبی کی لپیٹ میں آ گیا اور ان کی مومنانہ فراست دھندلا کر اسلام دشمنوں کی سازشوں سے مات کھا گئی، ظلم اغیار کے خلاف اٹھنے والے ہاتھ اپنے ہی دامن و گریباں کی دھجیاں بکھیرنے لگے اور خود باغبان ہی اہل چمن کے خون سے نکھرنے والے گلشنِ اسلام کو نوچنے لگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سولہ لاکھ سے زیادہ شہداء کی قربانی کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے انہی میں سے طالبان کو کھڑا کر دیا، تحریکِ طالبان کا آغاز ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۵ء بمطابق ۲۴ جون ۱۹۹۴ء بروز جمعتہ المبارک ولایت قندھار ہی کے شہر سپین بولدک سے ہوا۔

گورنر قندھار:

قندھار کے موجودہ والی یعنی گورنر حاجی ملا محمد حسن رحمانی ہیں دینی تعلیم میں پاکستان سے فارغ التحصیل ہیں روس کے خلاف جہاد میں شریک رہے ہیں انکی ایک ٹانگ جہاد فی سبیل اللہ میں قربان ہو چکی ہے، نورانی دل، روشن چہرے، دمکتی آنکھوں والا چالیس پینتالیس سالہ یہ شخص سر پر سیاہ عمامہ باندھے کندھے پر سیاہ چادر ڈالے مصنوعی ٹانگ سے چلتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں اس طرح ادا کر رہا ہے کہ اسے دیکھ کر مثالی اسلامی دور کے حکمرانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

گذشتہ سال کی بات ہے کہ والی کی کوٹھی یعنی گورنر ہاؤس میں واقع مسجد میں ہم نمازِ عشاء پڑھ کر فارغ ہوئے تو عزیزان حذیفہ محمود اور حنظلہ محمود نے بتایا کہ ہم نے مغرب کے بعد قندھاری کوک پی ہے جو پاکستانی پانچ روپے چالیس پیسے کی ہے مگر اس کا ذائقہ پاکستانی آٹھ روپے کی بوتل سے بھی اچھا ہے لہذا ہم بھی ان کے ساتھ بوتل پینے کے لئے چل پڑے، باہر نکلے دور تک چلتے چلے گئے، دکانیں بند تھیں مگر بھری ہوئی بوتلیں باہر پڑی تھیں ہر دکان پر ایک بلب جل رہا تھا مگر نہ کوئی دکاندار تھا اور نہ ہی کوئی چوکیدار نظر آرہا تھا چلتے چلتے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر یادگار شہداء چوک پہنچ گئے وہاں دو طالب کرسی ڈالے بیٹھے تھے ہمیں دیکھ کر اپنی طرف بلایا اور پشتو میں استفسار کیا ہم نے اردو اور ٹوٹی پھوٹی فارسی میں اپنا مقصود بتانے کی کوشش کی مگر بے سود، بالآخر اشارے کی زبان کام آئی ان میں سے ایک ہمیں لے کر بوتلوں کی ایک دکان پر آیا اس کے مالک کو جو وہاں سویا ہوا تھا بیدار کیا دکاندار اردو جانتا تھا اس نے ہمیں گلاسوں میں برف ڈال کر کوک پلائی جیسے ہی ہم فارغ ہوئے کلاشن کوف بردار افراد کی ایک گاڑی آکھڑی ہوئی ہمارے بارے میں دکاندار سے پوچھا یہ کون ہیں جب معلوم ہوا کہ ہم پاکستانی ہیں اور گورنر ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو بہت خوش ہوئے اور ہمیں نہایت احترام سے گاڑی میں بٹھا کر ہماری قیام گاہ پر لے آئے رات کے گیارہ بجے تھے ہمارے محترم مہربان مولانا عبدالقدوس مجاہد صاحب (برمی) بے چینی سے ٹہل رہے تھے ہمیں دیکھتے ہی ہماری طرف بڑھے اور فرمانے لگے کہ میں اس لئے فکرمند تھا کہ یہاں رات دس بجے سے صبح کی نماز تک کے لئے کرفیو لگ جاتا ہے اور آپ لوگ اجنبی ہیں کہیں کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو گئے ہوں ہم نے اس دردِ دل پر ان کا شکریہ ادا کیا اور جزائے خیر کی دعا دی اور پھر اپنے کمرے کے سامنے کھلی فضا میں مشاہدات تازہ پر باہمی گفتگو کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔

ہمارا کمرا والی صاحب کے کمرے کے ساتھ تھا ہم گفتگو میں مشغول تھے کہ رات تقریباً بارہ بجے گورنر صاحب اچانک اپنے کمرے سے نکلے اور باہر کی طرف چل دئیے ہمیں ان کے اس طرح باہر نکلنے پر حیرت بھی ہوئی اور گھبراہٹ بھی کہ کہیں کوئی ہنگامی حالت تو پیدا نہیں ہو گئی، ہمیں بتایا گیا کہ یہ ہنگامی حالت نہیں بلکہ معمول کا گشت ہے جو ہر ذمہ دار رات کے کسی حصے میں اپنے علاقے میں کرتا ہے بات سمجھ میں آگئی۔ سکھ اور آرام کی نیند وہی سو سکتے ہیں جن کے حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونے کا خوف بیدار رکھتا ہے، ہم ایک بجے کے قریب سو گئے نجانے گورنر صاحب کس وقت واپس آئے مگر اتنا معلوم ہے کہ ہم نے جس طرح انہیں عشاء کی نماز میں پہلی صف میں کھڑے دیکھا اسی طرح نمازِ فجر میں بھی اقامت کے وقت صف اول میں موجود پایا۔

نماز فجر کے بعد مسجد میں قرآن محل کے مدرس کا درس قرآن مجید ہوا، درس سے فارغ ہو کر ہم اپنے کمرے کی طرف آئے تو معلوم ہوا کہ گورنر صاحب سے کچھ غیر افغانی علماء نے ملاقات کا وقت لے رکھا ہے گورنر صاحب ان حضرات سے ملاقات کے لئے مسجد سے نکل کر اپنے کمرے کے قریب پہنچے دیکھا کہ کچھ حضرات ہاتھ میں درخواستیں لئے کھڑے ہیں گورنر صاحب نے علماء کے وفد سے فرمایا کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں ان سائلین کی بات سن لوں نجانے ان کی کیا مجبوری ہے جس نے انہیں صبح ہی صبح میرے دروازے پر لاکھڑا کیا ہے۔ انہوں نے ہر سائل کی درخواست خود پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس پر آرڈر لکھا فارغ ہونے کے بعد علماء سے ملاقات کی اس اثناء میں پونے آٹھ بجے کے قریب ایک گاڑی اندر داخل ہوئی اور گورنر صاحب کے کمرے کے قریب آ کر رکی اس میں سے ایک صاحب نکلے ان کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی تھا معلوم ہوا ہے کہ صوبائی وزیر ہیں گورنر صاحب نے انہیں مشاورت کے لئے آٹھ بجے بلایا ہے ابھی مقررہ وقت میں کچھ منٹ باقی تھے اور گورنر صاحب مصروف بھی تھے اس لئے وزیر صاحب نے باہر زمین پر کندھے کی چادر ڈالی اور اس پر بیٹھ کر بچے کو قرآن مجید پڑھانے لگے۔

جامع مسجد خرقہ شریف:

مقام ولایت (گورنر آفس) کے بالمقابل مسجد کو جامع مسجد خرقہ شریف کہتے ہیں، خرقہ شریف سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے مشہور یہ ہے کہ اسے احمد شاہ ابدالی نے روسی ترکستان کے کسی ریاست کے حکمران سے حاصل کیا تھا اس نے یہ شرط لگائی کہ احمد شاہ کو یہ جبہ وہاں تک لے جانے کی اجازت ہے جہاں تک سامنے پڑا ہوا بھاری پتھر اٹھا کر لے جا سکے لہذا احمد شاہ ابدالی نے پتھر اٹھایا اور اسے یہاں آ کر ڈالا جہاں اس وقت خرقہ شریف کی عمارت ہے یہ پتھر عمارت سے باہر موجود ہے مسلمانوں کی ضعیف الاعتقادی اس پتھر کے معاملے میں نہ جانے کیا رنگ دکھاتی طالبان نے اس سال اس کے گرد خاردار تار کی رکاوٹ کھڑی کر دی ہے۔ مسجد سے متصل دائیں طرف وہ عمارت ہے جس میں خرقہ شریف محفوظ کر کے رکھا گیا ہے۔ یہ جگہ زیارت گاہ خلائق ہے خاص طور پر جمعرات کو قبل از عصر سے مغرب کے بعد تک انبوہ کثیر ہوتا ہے خوانچہ فروشوں اور ریڑھی بانوں کے علاوہ گداگروں کی بھی کثرت ہوتی ہے ویسے عام دنوں میں کابل کے مقابلے میں قندھار میں گداگروں کی تعداد بہت ہی کم نظر آتی ہے اتنے ہجوم کے باوجود کہ جسم سے جسم ملا ہوتا ہے مگر جیب کٹنے کا ایک واقعہ بھی نہیں ہوتا خیال آیا کہ یہ سب اسلامی نظام کی برکات ہیں وگرنہ جہاں کے حکمران اللہ تعالیٰ پر توکل میں کمزور ہو جائیں اور اپنی حکومت کی بقاء کا انحصار غیر مسلم طاقتوں پر سمجھ لیں تو پھر مزارات پر حاضری کے وقت ہی نہیں بلکہ بیت اللہ کے طواف میں بھی جیبیں کٹ جاتی ہیں۔

مسجد کا اندرون خوبصورت ہے، صحن بہت کشادہ ہے، مسجد سے باہر بھی وسیع احاطہ مسجد کے ساتھ متصل ہے۔

گزشتہ سال اکثر نمازیں والی کوٹھی (گورنر ہاؤس) کی مسجد میں اور اس سال جامع مسجد خرقہ شریف میں ادا کیں جو پہلی نماز ہم نے اس مسجد میں ادا کی وہ ۱۶ ربیع الاول بمطابق یکم جولائی ۹۹ء بروز جمعرات صبح کی نماز تھی۔ اگرچہ افغانوں اور پٹھانوں کی نماز قومے اور جلسے کے بغیر انتہائی مختصر ہوتی ہے جس میں طالبان کی حکومت کے بعد قدرے اعتدال کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے مگر ابھی مزید اصلاح کی ضرورت ہے لیکن صبح کی یہ نماز افغانی معمول کے خلاف توازن و اعتدال کی نماز تھی، اقامت سے پہلے ایک عمر رسیدہ بزرگ نے پشتو میں لاؤڈ اسپیکر سے بے نیاز

گونجدار بلند آواز میں صفیں درست کرنے کا اعلان کیا، نمازی کھڑے ہو گئے صفیں درست کرنے کے لئے پنجہ سے پنجہ ملانے کے عام رواج کے برعکس ایڑیوں کو ایڑیوں کی اور ٹخنوں کو ٹخنوں کی سیدھ میں کرنے کا صحیح طریقہ اختیار کیا گیا، صفیں درست ہونے کے بعد اقامت کہی گئی، نمازیوں کی کثیر تعداد کے باوجود بھرپور خاموشی، پرسکون ماحول، امام صاحب کی باتجوید قراءت ان کا حسن صوت، سوزو گداز کا انداز، قرآن مجید کا اعجاز، رکوع اور سجدے کی مکمل ادائیگی، قومے اور جلسے کا اعتدال بس نماز کا لطف ہی آ گیا یہاں کے امام صاحب مستند عالم دین ہیں اردو سمجھتے اور بولتے ہیں غالباً پاکستان میں تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے ہیں علیک سلیک تو ہوئی مگر کچھ ان کا عالمانہ وقار، یا ان کی فقیرانہ بے نیاز یا طبعی احتیاط پسندی اور کچھ ہماری مصروفیات خواہش کے باوجود ان سے نشست نہ ہو سکی، نماز کے بعد خرقہ شریف کی زیارت کے لئے حاضری دی، اس کے محفوظ اور بند ہونے کی وجہ سے زیارت تو نہ ہو سکی تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی وجہ سے ادھر کا رخ کر کے تصوراتی زیارت کر لی، اس وقت لوگوں کا ہجوم نہیں تھا اکا دکا آدمی آ جا رہے تھے، زیارت گاہ کا ماحول اور لوگوں کی حاضری کا طریقہ ضعیف الاعتقادی اور بدعات کی عکاسی کر رہا تھا اس سلسلہ میں متعدد ذمہ دار افراد سے جو گفتگو ہوئی اس کا حاصل یہ تھا کہ " یہ رسوم و بدعات قلبی اعتقادات کا اظہار ہیں جبکہ ایمان و عقائد کا تعلق دل کے ساتھ ہے عرصہ دراز سے جاری رسوم و بدعات کو جبراً روکا جا سکتا ہے مگر ذہن سازی کے بغیر اس کی افادیت دیرپا نہیں ہو سکتی پھر یہ کہ یہ غیر فطری رکاوٹ ہو گی جو گھٹن اور بغض پیدا کر کے عقائد کے مزید بگاڑ کا سبب بنے گی۔ اس لیے ضرورت ہے کہ پہلے صحیح عقائد کی تبلیغ، تعلیم اور تفہیم کا اہتمام کیا جائے اور پھر اتمام حجت کے بعد قوت کے استعمال سے تمام غیر شرعی امور کو سختی کے ساتھ روک دیا جائے لہٰذا طالبان اس طریقہ کار کو اختیار کئے ہوئے ہیں " اگرچہ ذہن سازی اور اصلاح عقائد اور اعمال کا سلسلہ مساجد میں شروع ہو چکا ہے مگر ابھی اس میں بہت محنت درکار ہے اور اس کی طرف حکمت آشنا اور فکر مند اہلِ علم کے متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

خرقہ شریف کی جگہ کی زیارت کے بعد مقامِ ولایت پر واپس آ گئے، غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر شہر کے بازار دیکھنے کے لئے پیدل چل پڑے راستے میں تربوز اور پھلوں سے اپنے اپنے ذوق کے مطابق ناشتا کیا، چوک یادگار شہدا کے قریب زیر تعمیر جامعہ عمر دیکھا راستے میں مشروبات سے خود کو تازہ دم کرتے ہوئے واپس جامع مسجد خرقہ شریف آ گئے ایک بجے نماز ظہر ادا کی اور پھر اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد ہی میں سو گئے، عصر کی نماز باجماعت ادا کی حاضرین کی تعداد سے نماز عید کا گمان ہو رہا تھا معلوم ہوا کہ معمول سے زیادہ تعداد جمعرات کی وجہ سے خرقہ شریف کے زائرین کی ہے۔ خرقہ شریف کے عقب میں احمد شاہ ابدالی کا مدفن ہے لہٰذا ان کے مزار پر حاضری دی فاتحہ پڑھی نماز مغرب کے بعد کھانا کھایا اور نماز عشاء پڑھنے کے بعد دینی، علمی، سفری اور مجلسی گفتگو کرتے کرتے سو گئے۔

احمد شاہ ابدالی:

احمد شاہ ابدالی کی پیدائش ۱۷۲۴ء میں ملتان میں ہوئی جہاں ابدالی مسجد کے نام سے ایک وسیع و عریض مسجد قائم ہے جو آج کل تبلیغی جماعت کا مقامی مرکز ہے، احمد شاہ کا تعلق افغانوں کے ابدالی قبیلے کی پوپل زئی برادری کی ایک شاخ سدوزئی سے تھا اس کی برادری زیادہ تر ہرات کے گرد و نواح میں آباد تھی پہلے پہل یہ نادر شاہ

کی فوج میں شامل ہوا اس کے قتل کے بعد شوال ۱۱۶۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۷۴۷ء میں دُرِّدُراں (موتیوں کا موتی) لقب اختیار کر کے ہرات" قندھار اور گرد و نواح کا خود مختار حکمران بن گیا۔ قندھار کو دارالحکومت بنا کر اس نے بتدریج غزنی، کابل اور پشاور کو بھی زیر نگیں کر لیا ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک بائیس سال کے عرصے میں یہ نو بار ہندوستان میں داخل ہوا مگر پنجاب سے آگے کا علاقہ اس نے اپنی حکومت میں شامل نہ کیا، ۱۷۶۱ء میں جب برا عظم پاک و ہند کے مسلمان اپنی کمزوری اور حکمرانوں کی نااہلی اور عیاشیوں کی وجہ سے مرہٹوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کے آگے بے بس اور عاجز آ گئے تو مسلمانوں کے وجود کی بقاء کے لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو متوجہ کیا جو ان کی آواز پر لبیک کہتا ہوا دہلی تک آیا اور پانی پت کے میدان میں ساٹھ ہزار کی فوج کے ساتھ تین لاکھ مرہٹوں کو ایسی شکست دی کہ ہمیشہ کے لئے ان کی کمر ٹوٹ گئی، اگر اس کامیابی کے بعد یہاں رہ کر اپنی حکومت مستحکم کرنے کی بجائے یہاں کے مسلمانوں کا مستقبل "طاؤس و رباب آخر" کے مصداق مغل حکمرانوں کے سپرد کر کے قندھار واپس چلا گیا۔ جس کی وجہ سے انگریزوں کو پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا، اس کی وفات ۲۰ رجب ۱۱۸۶ھ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۲ء بروز ہفتہ قندھار سے ۴۵ میل دور کوہ توبہ کے مقام پر ہوئی اور تدفین قندھار میں موجودہ مقام پر ہوئی، وفات کے وقت اس کی حکومت دریا آمو سے دریا سندھ تک اور تبت سے خراسان تک تھی جس میں کشمیر، پشاور، ملتان، سندھ، بلوچستان، ایرانی خراسان، ہرات، قندھار، کابل، غزنی اور بلخ کے علاقے شامل تھے اس کی قبر کے پاس ایک طرف شیشے کے خول میں اس کے جنگی ہتھیار (یعنی خود، ڈھال وغیرہ) پڑے ہیں جو ترغیبِ جہاد کا ذریعہ ہیں اوپر والی قبر کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے اور اصل قبر اس میں ہے اور اوپر والی قبر اس نیچے والی قبر پر بنائی گئی ہے مزار کے باہر اور اسی احاطے کے اندر قبرستان ہے جس میں متعدد قبریں کتبوں سمیت موجود ہیں۔

گمنام شہدا:

۱۷ ربیع الاول بمطابق ۲ جولائی بروز جمعتہ المبارک نماز فجر کے بعد ۲۸ سیٹوں والی کرائے کی گاڑی پر مولانا جنید اللہ صاحب اختر کی قیادت میں شہداء کے مزارات کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے گمنام شہداء کی قبروں پر آئے۔ جو دامن کوہ میں ایک ویرانے میں ہیں گزشتہ سال بغیر احاطے کی تھیں اور اس سال ان کے گرد چھوٹا سا احاطہ بنا دیا گیا ہے۔ ان شہداء میں مرد بھی ہیں، عورتیں بھی اور بچے بھی، ان کی جوتیاں ان کے قبروں کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں اور ساتھ ہی کھدائی کے نشانات موجود ہیں جہاں سے انکو نکال کر علیحدہ علیحدہ قبر میں دفن کیا گیا ہے یہ وہ افراد ہیں جن کو نور محمد ترہ کئی کے دور میں اسلام سے وابستگی پر اس ویرانے میں زمین دوز کر دیا گیا قریب پہاڑی پر ایک چرواہا یہ منظر دیکھ رہا تھا طالبان کے دور میں اس نے امیر المومنین کو یہ واقعہ بتلایا اور اندازے سے اس جگہ کی نشان دہی کی جہاں ان کو زمین دوز کیا گیا تھا امیر المومنین ساتھیوں کے ساتھ خود اس جگہ تشریف لائے اور زمین کھود کر ان پینتیس لاشوں کو نکالا اور تکفین کے بعد ان کو علیحدہ علیحدہ قبر میں دفن کیا یہاں فاتحہ پڑھنے کے بعد دشتِ لیلیٰ کے شہدا کی قبروں کی طرف روانہ ہوئے۔

دشت لیلیٰ اور دشت حیرتان کے شہدا:

۱۹۹۷ء میں جنرل عبدالمالک نے فریبانہ صلح کی آڑ میں طالبان کو مزار شریف میں داخل ہونے کی

دعوت دی اور جب طالبان کی کثیر تعداد مزار شریف میں داخل ہو گئی تو اس نے حزب وحدت (شیعہ تنظیموں کا مجموعہ) کے ساتھ مل کر طالبان کو گھیرے میں لے لیا جن میں سے بہت سے شہید ہو گئے اور ایک کثیر تعداد بے خبری میں گرفتار ہو گئی صرف شہر غان کی مرکزی جیل کی فہرست کے مطابق وہاں آٹھ ہزار پانچ سو بیس طالبان قید تھے ایران کے کہنے پر ان تمام قیدیوں کو صحراؤں میں انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا جس کا طریقہ یہ تھا کہ چھے جیپوں میں سوار مسلح افراد کنٹینر میں قیدیوں کو بھر کر لاتے اور دس دس کو اتار کر آپس میں باندھ کر شہید کر دیتے بعض کی پگڑیوں کو انکے گلے میں ڈال کر پھانسی دی گئی بعض لاشوں کو ایک ہی گڑھا کھود کر اس میں یکجا ڈال دیا گیا اور بعض لاشیں ڈیڑھ سال تک بے گورو کفن کھلے آسمان تلے پڑی رہیں ایک اندازے کے مطابق حزب وحدت اور جنرل مالک نے مل کر کوئی دس ہزار طالبان کو شہید کیا، ایک جہادی تنظیم کے سربراہ اور عالم دین مولانا شیر محمد اپنے ۷۴ رفقاء سمیت آٹھ ماہ تک انکی قید میں رہے۔ جنرل مالک نے ایران فرار ہونے سے پہلے رات کی تاریکی میں ان کو شہید کر کے ان کی لاشوں کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا بعد میں طالبان نے جب یہ پورا علاقہ فتح کر لیا تو جیل کے گرفتار سپرنٹنڈنٹ کی نشاندہی پر ان لاشوں کو کنوئیں سے نکالا اور ان سمیت تمام شہدا کی تکفین کی اور قندھار میں زمین کا ایک وسیع ٹکڑا مخصوص کر کے اس میں ان کی علیحدہ علیحدہ قبریں تدفین کا عمل شروع کیا گیا ہے۔ اس وقت ایک ہزار دو سو پچیس شہداء کی تدفین ہو چکی ہے اور مزید قبریں تیار کی جا رہی ہیں۔ یہاں کچھ دیر رکھنے اور فاتحہ پڑھنے کے بعد تیسرے قبرستان کی طرف روانہ ہوئے۔

ملا بورجان شہید رحمہ اللہ:

یہ تیسرا قبرستان شہر کے قریب اور قندھار کی مضافاتی آبادی کے اندر ہے غالباً اس جگہ کا نام کوتل مرچہ ہے اور عام طور پر قبرستانِ شہدا کے نام سے مشہور ہے اس میں متعدد دور کے شہدا آرام فرما ہیں اور حالیہ جہاد کے نامور کمانڈر ملا بورجان شہید بھی مدفون ہیں، ملا بور جان کی پرعزم جنگی قیادت، ہر محاذ پر کامیابی بطور مثال بیان کی جاتی ہے انہوں نے روس کو کتنے ہی محاذوں پر شکست دی طالبان کی تحریک شروع ہونے پر وہ دیگر نامور جہادی کمانڈروں ملا فضل، ملاداد اللہ، ملا عبد السلام راکٹی، ملا عبد الرزاق، جلال الدین حقانی، ملا بار محمد وغیرہ کی طرح طالبان کے ساتھ شامل ہو گئے، صوبہ پکتیا کی طرف پیش قدمی سے پہلے مشاورت ہوئی تو یہ رائے سامنے آئی کہ یہاں کے لوگ جنگجو ہیں لہذا ان سے لڑنے میں تین سال لگ سکتے ہیں لہذا جنگ کی بجائے ان کو راضی کر کے مصالحت کی صورت نکالی جائے۔ ملا بورجان نے نہایت عزم سے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا کہ تین سال نہیں صرف تین گھنٹے میں انشاء اللہ فتح ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے مجاہد کی زبان کو سچ کر دکھایا اور چند گھنٹوں میں پورا صوبہ فتح ہو گیا اس کے بعد انہوں نے جلال آباد کا رخ کیا اور پھر کابل کی طرف بڑھے کابل سے کچھ پہلے ٹینک کا گولہ لگنے سے شہید ہو گئے مگر ذمہ دار حضرات نے ان کی شہادت کو ظاہر نہ کیا اور ان کی جیپ بدستور آگے آگے چلتی رہی اور اس سے ہدایات جاری ہوتی رہیں شام کو جب کابل فتح ہو گیا تو پھر ان کی شہادت کا اعلان کیا گیا ان کی تدفین قندھار کے اس قبرستان میں ہوئی۔

ملا یار محمد شہید رحمہ اللہ:

گزشتہ سال بھی اس قبرستان میں ہم فاتحہ کے لئے آئے تھے مگر اس سال ملا بور جان شہید کے پہلو میں ملا یار

محمد شہید کی قبر کا اضافہ ہو چکا ہے، ممتاز عالمِ دین اور نامور جہادی کمانڈر ملا یار محمد کی شہادت ۳۵ سال کی عمر میں ہوئی ان کا تعلق صوبہ قندھار کے ضلع داماں سے ہے یہ طیارے گرانے میں شہرت رکھتے تھے انہوں نے روس کے خلاف جہاد مولوی یونس خالص کی تنظیم حزب اسلامی میں شامل رہ کر کیا کمانڈر ملا عبدالرزاق کے ساتھیوں میں سے تھے، انہوں نے جہاد کے دوران میں روس کے دو جیٹ طیارے، دو ہیلی کاپٹر اور ایک چار مارٹر بھاری ٹرانسپورٹ طیارہ گرانے کا اعزاز حاصل کیا، جہاد کے دوران دو بار زخمی ہوئی ایک بار کمیونسٹوں کے اور دوسری بار کمانڈر مسعود کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ان کے چار چچا زاد بھائیوں نے جامِ شہادت نوش کیا، روس کے خلاف جہاد میں یہ قندھار کے مشرقی طرف کے اور امیر المومنین ملا عمر مغربی طرف کے کمانڈر تھے، لوگر کی فتح کے بعد وہاں کے گورنر بنے پھر مسعود کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے رہائی کے بعد پہلے ہرات کے اور پھر غزنی کے گورنر بنائے گئے اور اسی منصب پر فائز تھے کہ مزار شریف کے محاذ پر شہید ہو گئے اپنی شہادت کے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ایک انٹرویو دیتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''اگرچہ ہم ان عہدوں کے اہل نہیں ہیں لیکن امیر کا حکم واجب ہے ہم نے صرف اطاعت کی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے امتحانات ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس آزمائش میں ناکام نہ کرے ہمیں تو جہاد کرتے وقت زندہ رہنے کی توقع نہیں ہے سرکاری عہدے تو بہت دور کی بات ہے اگر ہمیں جنگ کا حکم ملے جنگ کرتے ہیں اگر باورچی کی ڈیوٹی دی جائے تو باورچی کا کام کریں گے.... ہمارے لئے اعزاز ہے کہ اسلامی امارت کے دست و بازو ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے دین کا کام لے رہا ہے''۔

مزار حسن ابدال:

حسن ابدال امیر تیمور کے بیٹے میرزا شاہ رخ کے مرشد اور پندرھویں صدی عیسوی کے ایک مجذوب سالک بزرگ ہیں ان کا نام بابا ولی قندھاری المعروف حسن ابدال ہے ان کا تعلق سبزوار سے ہے اور قبر قندھار سے پانچ میل دور ایک پہاڑی پر ہے اس سال تو یہاں نہ جا سکے گزشتہ سال ارغنداب رود سے واپسی پر یہاں سے ہوتے ہوئے گئے تھے پاکستان میں اٹک اور ٹیکسلا کے قریب حسن ابدال کے نام سے جو جگہ معروف ہے یہ ان ہی کی بیٹھک اور چلہ گاہ ہے۔

امیر المومنین کی زیارت:

شہداء کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے بعد مقامِ ولایت واپس آ گئے نماز جمعہ کے لئے غسل کیا اور پھر نماز کے لئے گورنر ہاؤس کے لئے روانہ ہو گئے، کچھ حفاظتی ضروریات اور تقاضوں کی وجہ سے اور کچھ جہادی مشاورت کی مصروفیات کی وجہ سے اس سال امیر المومنین سے ملاقات کا وقت نہ مل سکا تاہم زیارت سے محرومی بھی گوارا نہ تھی اس لئے طے پایا کیونکہ امیر المومنین نمازِ جمعہ اپنے گھر کی عقبی مسجد یعنی گورنر ہاؤس میں ادا کریں گے اس لئے ہم بھی ذمہ دار حضرات سے اجازت لے کر نماز وہاں ادا کریں تاکہ امیر المومنین سے ملاقات و مصافحہ نہ سہی کم از کم ان کی زیارت تو ہو جائے، مسجد میں امیر المومنین کی آمد کے لئے اس کی مغربی دیوار میں دروازہ نکالا گیا ہے ہم دروازے کے سامنے مشرقی دیوار کے ساتھ صف بنا کر بیٹھ گئے امیر المومنین نماز سے چند منٹ پہلے چند افراد کے ساتھ تشریف لائے سنتیں ادا کیں دوسری اذان ہوئی خطبہ ہوا نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں سنتیں ادا

گئے بغیر واپس چلے گئے۔

گزشتہ سال مولانا عبدالقدوس صاحب و مولانا جنید اللہ اختر صاحب نے نائب وزیر خارجہ اور امیرالمومنین کے معاون خصوصی ملا عبدالجلیل صاحب کے ذریعے ملاقات کا وقت حاصل کر لیا ظہر اور عصر کے درمیان ساڑھے چار بجے کا وقت طے ہوا جمعرات کا دن تھا ہم والی کوٹھی سے تین ویگنوں میں ایوانِ امارت آ گئے باہر کے گیٹ سے داخل ہونے کے بعد ایک فرد نے قطار میں کھڑا کر کے آلے کے ذریعے چیکنگ کی اس کے بعد ایک گیٹ اور تھا اس کے اندر داخل ہوئے معلوم ہوا کہ سیڑھیوں کے اوپر امیرالمومنین کا کمرا ہے وہی دفتر ہے اسی کا ایک گوشہ فرشی خواب گاہ ہے سوموار اور جمعرات دو رات گھر جاتے ہیں اور باقی دنوں میں شب و روز یہیں بسیرا ہے، سیڑھیوں کے قریب ایک معصوم شکل، درویش صورت دراز قامت شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا سر پر سیاہ پگڑی، کندھے پر چادر رنگین لباس جو کئی دنوں کا معلوم ہو رہا تھا پاؤں میں عام سی سوفٹی تھی، ہمارے علاقائی آفیسر کے دفتر کا چپڑاسی بھی اس سے بہتر حالت میں ہوگا، اسے قابلِ اعتنا سمجھے بغیر امیرالمومنین کی زیارت کے لئے اوپر جانے لگے ملا عبدالجلیل صاحب نے پوچھا کہاں جانا چاہتے ہو بتایا گیا کہ امیرالمومنین سے ملاقات کے لئے ان کے کمرے میں جانے کا ارادہ ہے فرمایا امیرالمومنین یہی ہیں جو تمھارے سامنے کھڑے ہیں، جب انہیں معلوم ہوا کہ ملاقات کے لئے آنے والوں میں علماء کرام بھی ہیں تو یہ ان کے اکرام کے لئے خود نیچے آ گئے ہیں۔ سب دم بخود ہو گئے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، دل قدم بوسی کے لئے اچھلنے لگا، زبان پر کلمات حمد و شکر جاری ہو گئے، اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمیں عمر ثالث کی زیارت نصیب فرمائی! جس نے آمریت و جمہورت کے دور میں خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی، جس نے بے دینی، فحاشی اور مادیت پرستی میں تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی قوم کو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرح پلٹا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ماحول میں کھڑا کر دیا، نگاہ چہرے پر ٹک گئی دائیں آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکی ہے اس کو تصنع اور بناوٹ سے محفوظ رکھنا ایمانی استقامت اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی غمازی کر رہا تھا، کشادہ پیشانی کی مومنانہ فراست اور نور بصیرت کی عکاسی کر رہی تھی، معصوم چہرے پر گہری سنجیدگی دل و دماغ کے طوفان کی نشاندہی کر رہی تھی کم گوئی پُر عزم عمل اور مسلسل جدوجہد کے مزاج کی خبر دے رہی تھی، عجز و انکساری اور تواضع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم سے نسبت عیاں تھی، دعا کی درخواست پر امیرالمومنین نے اجتماعی دعا فرمائی اور پھر فرداً فرداً سب سے مصافحہ کیا، اور اس کے ساتھ ہی ملاقات ختم ہو گئی۔

امیرالمومنین کی نماز جمعہ میں زیارت کے بعد حرکتہ المجاہدین کی گاڑی پر مقام ولایت پر واپس آ گئے کچھ دوست پاکستان واپسی کے لئے روانہ ہو گئے اور باقی دوست سو گئے نماز عصر کے بعد حرکتہ المجاہدین کے مقامی ذمہ دار تشریف لائے اور ہمیں اپنے ساتھ مقامی دفتر لے گئے کچھ دیر بیٹھنے کے بعد واپس ہوئے راستے میں نماز مغرب ادا کی اور پھر جامعہ امام ابو حنیفہ دیکھنے چل پڑے۔

جامعہ امام ابو حنیفہ:

یہ ادارہ قندھار میں واقع ہے اس کے بانی اور مہتمم مولانا محمد عمر صاحب ہیں جو افغانی ہیں اور پاکستان کی

معروف دینی درسگاہ جامعہ بنوی ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ افغانستان کا پہلا تعلیمی ادارہ ہے جس میں پاکستانی دینی اداروں کی طرح درس نظامی کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہے، اس مدرسہ میں چالیس اساتذہ اور دو ہزار سے زیادہ طلبہ ہیں مگر اقامتی طلبہ کی تعداد پچاس سے زیادہ نہیں کسی دینی ادارے میں شہری طلبہ کا اتنی بڑی تعداد ہونا اس علاقے کے لوگوں کی دین سے محبت کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بھی اساتذہ کی تنخواہ پاکستانی ایک ہزار سے دو ہزار روپے تک ہے تمام اخراجات چندے کی بجائے ایک شخص یا ایک خاندان کے ذریعے پورے ہوتے ہیں، یہ مدرسہ طلبہ کے لئے ہے طالبات کے لئے مدرسہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام سے علیحدہ تعلیمی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ گزشتہ سال بھی اس مدرسہ میں آنا ہوا مہتمم صاحب سے ملاقات نہ ہوئی البتہ ان کے بھائی مل گئے جنہوں نے کافی معلومات فراہم کیں مگر اس بار کسی ذمہ دار سے ملاقات نہ ہو سکی۔ دونوں بار اساتذہ اور طلبہ سے ملاقات نہ ہو سکنے کی وجہ یہ تھی کہ دونوں بار ہمارا یہاں آنا جمعۃ المبارک کو یعنی چھٹی کے دن ہوا۔

مدیر الادارہ قندھار سے ملاقات:

جامعہ امام ابو حنیفہ سے واپس آکر رات کا کھانا کھایا نماز عشاء جامع مسجد خرقہ شریف میں ادا کی باقی حضرات سونے کے لئے چلے گئے مولانا جنید اللہ اختر صاحب اور راقم الحروف ہم دونوں امارت اسلامیہ کے کسی ذمہ دار سے ملنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے، اتفاق کی بات ہے ملا عبدالجلیل صاحب، ملا محمد حسن رحمانی صاحب سمیت قصر امارت اور والی کوٹھی میں کوئی بھی ذمہ دار آدمی موجود نہ تھا، مولانا جنید اللہ اختر صاحب کو اچانک خیال آیا کہ ولایت قندھار کے مدیر الادارہ (چیف سیکرٹری) مولانا محمد عبداللہ خاں صاحب سے مل لیا جائے۔ ہم دونوں مقام ولایت واپس آئے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے ہم نے دروازے پر دستک دی ایک نوجوان باہر آیا اور ہمارا پیغام اندر لے گیا چند لمحات میں واپس آیا اور ہمیں اپنے ساتھ آنے کو کہا، مدیر الادارہ کے کمرے میں داخل ہوئے فرشی بچھونے پر بیٹھے ٹیبل لیمپ کی روشنی میں مطالعہ کر رہے تھے معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد پہلے ایک دینی ادارے میں سبق پڑھاتے ہیں اور پھر واپس آنے کے بعد آٹھ بجے صوبے کے چیف سیکرٹری کی حیثیت سے فرائض ادا کرتے ہیں، نوجوان ہیں، عالم دین ہیں دنیاوی امور سے بھی پوری طرح باخبر ہیں انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہیں پاکستان سے فارغ التحصیل ہیں اس لئے اردو بڑی روانی سے بولتے ہیں، جہاد میں شریک رہے ہیں اب امیر المومنین کے حکم پر دفتری امور سرانجام دے رہے ہیں، ان سے مختلف امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی، مشاہدات سے پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں اور بعض عناصر کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کی انہوں نے استفسارات کے جوابات کی صورت میں ہمہ پہلو وضاحت کی، مثلاً ہم نے ان سے ایک سوال کیا آج دوپہر سے پہلے ہم ایوان امارت سے گزرے تو وہاں درخواست گزاروں کی کثیر تعداد دیکھی جس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ افغانستان میں بھی پاکستان کی طرح پریشان حال لوگ کسمپرسی کے عالم میں دفاتر کے چکر لگانے میں لگے رہتے ہیں دوسرے یہ کہ مقامی متعلقہ افسر سے لے کر گورنر تک کوئی ان کی پریشانی کو سمجھنے اور اس پر توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں جس کی وجہ سے انہیں اپنی درخواست لے کر امیر المومنین کے دفتر آنا پڑا اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ ناخواندہ اور سادہ ہیں انہیں معلوم نہیں کہ ان کا کام کسی دفتر سے متعلقہ ہے لہذا جو دفتر

قریب ہو وہ اپنا مسئلہ لے کر وہاں پہنچ جاتے ہیں اس کے لئے ہم ان کی راہنمائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور متعلقہ دفتر میں پہنچتے ہی ان کا مسئلہ بلاتاخیر حل ہوجاتا ہے اس لئے ہمارے دفتروں میں اس قسم کے سائلین کا ہجوم نہیں ہونے پاتا اور آپ نے آج جو ہجوم دیکھا ہے یہ اور نوعیت کا ہے، بامیان کے شیعوں نے بار بار حکم عدولی کی بغاوت کی اور قتل و غارت کی جس کی تفصیلات آپ اخبارات میں پڑھتے رہے ہوں گے، ان کے ظلم و تشدد کی روک تھام کے لئے امیرالمومنین نے بھرپور کارروائی کا حکم دیا گولی کا جواب گولی سے دیا گیا اور اس میں بھی یہ خیال رکھا گیا کہ باغیوں کو قتل کرنے کی بجائے زندہ گرفتار کرلیا جائے جب بغاوت کچل دی گئی اور بہت سے باغی گرفتار ہوگئے تو وہاں سے بہت سے خاندان بامیان چھوڑ کر بھاگ گئے امیرالمومنین نے اعلان کیا ہے کہ بامیان کے گرفتار باغیوں میں سے جس کے گھر کا کوئی فرد یہ تحریری ضمانت دے دے کہ آئندہ یہ باغیانہ کارروائیوں میں حصہ نہ لے گا اسے رہا کر دیا جائے گا یہ ہجوم سائلین کا نہیں بلکہ تحریری ضمانتیں جمع کرا کے عام معافی کے اعلان سے فائدہ اٹھانے والوں کا تھا- جناب وزیرالادارہ پورے دن کی تھکاوٹ اور آئندہ دن کی مصروفیات کا کسی قسم کا قولی یا فعلی تاثر دیئے بغیر خوشگوار دوستانہ ماحول میں پورے انہماک کے ساتھ محو گفتگو تھے پہلے ہمہ تن گوش ہو کر بات درمیان سے کاٹے بغیر پوری توجہ سے سنتے تھے اور پھر مبہم اور مجمل کی بجائے واضح اور مفصل جواب ارشاد فرماتے تھے-

گفتگو کا یہ دلچسپ سلسلہ جاری تھا اچانک گھڑی پر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ رات کے بارہ بج چکے ہیں مولانا کے صبح کی نماز کے بعد سبق پڑھانے کا خیال آتے ہی ہم اجازت لے کر واپس آ گئے اور ان کے ارشاد سے مطابق نماز صبح میں مولانا جنید اللہ اختر صاحب نے ندوۃ الاحناف کے سلسلہ وار رسائل کا سیٹ ان کی خدمت میں پہنچا دیا-

پاکستان واپسی:

۱۸ ربیع الاوّل بمطابق ۳ جولائی بروز ہفتہ صبح حرکۃ المجاہدین کے مقامی ذمہ دار گاڑی سمیت تشریف لائے اور ہمارے انکار کے باوجود محبت بھرے اصرار کے ساتھ گاڑی ہمیں ویگنوں کے اڈے پر پہنچا گئے قندھار سے ہم پسین بولدک آئے اور یہاں سے دوسری ویگن پر بیٹھ کر چمن کے راستے کوئٹہ پہنچے، پسین بولدک سے چمن آتے ہوئے راستے میں شریک سفر ایک بزرگ کے چہرے پر اچانک بشاشت اداسی میں بدل گئی ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھی نے پوچھا تو فرمایا کہ ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسا کہ رحمتوں کا نزول رک گیا ہو- اس نے کہا کہ جی ہاں......! آپ نے سچ فرمایا ہم اسلام کی سرزمین سے مسلمانوں کی سرزمین میں داخل ہو چکے ہیں-

افغانستان میں ویگن میں چودہ سواریوں سے زیادہ بٹھانے کی اجازت نہیں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں قانونی سواریاں اٹھارہ ہوگئیں اور جب پنجاب کی حدود میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہاں کا قانون بائیس سواریوں کا ہے-

۱۹ ربیع الاوّل بمطابق ۴ جولائی بروز اتوار رات ایک بجے کے قریب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امیرالمومنین کو ایمانی استقامت بصیرت و فراست میں مزید پختگی عطا فرمائے، انہیں اغیار کی سازشوں اور اپنوں کی منافقت سے محفوظ رکھے اور احیاء خلافت راشدہ کے لئے ان کی سعی کو منظور فرمائے امت مسلمہ کو ان کی امارت پر جمع فرمائے اور ان کی قیادت میں ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم لرزہ براندام کفر و نفاق کو نیست و نابود کر کے مسلم ممالک کو ممالک اسلامیہ میں تبدیل کردیں اور غیر مسلموں کو اپنے اخلاق و کردار سے دین اسلام اور نظام خلافت کی طرف راغب کردیں-! آمین آمین ......